خطاب: حضرت مولانا شمس الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی
ضبط وترتیب: مولانا ضیاء الدین، مولانا رضوان جیلانی

اساتذہ کے لئے راہنما اصول

الحمد للہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں اساتذہ کی تربیت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔اس بارے میں مستقل اجتماعات بھی منعقد ہوتے رہتے ہیں جن میں اکابر اساتذۂ کرام نئے اساتذۂ کرام کے سامنے تدریس کے حوالے سے انتہائی مفید اور کارآمد گفتگو فرماتے رہتے ہیں۔اس سلسلے کا ایک سہ روزہ تربیتی اجتماع جامعہ دارالعلوم کراچی میں کافی عرصہ پہلے منعقد ہوا تھا جس میں رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم، نائب رئیس جامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا شمس الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وقیع اور گرانقدر خطابات ہوئے تھے۔یہ خطابات الحمد للہ تعلیمات کے شعبے میں محفوظ تھے۔مناسب معلوم ہوا کہ یہ بیانات یکے بعد دیگرے البلاغ میں شائع کردئے جائیں چنانچہ گذشتہ شماروں میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم اور نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے خطابات متعدد قسطوں میں شائع ہو چکے ہیں، اس دفعہ حضرت مولانا شمس الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب نذر قارئین کیا جارہا ہے۔حق تعالیٰ مفید ونافع فرمائیں۔(ادارہ)

سفلی نظام اور جدت پسندی سے اجتناب کریں

محترم حضرات اساتذہ کرام! میرے لئے سعادت کی بات ہے کہ آپ حضرات سے اجتماعی طور پر مجھے خطاب کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے، اوراس مجلس میں چند کلمات اپنی نصیحت کے لئے بھی اور

www.facebook.com/masimfarooq

دوسروں کو فائدے پہچانے کی نیت سے بھی عرض کرنے کا ارادہ ہے۔

اس سے پہلے اس مجلس میں کیا مضامین بیان ہوتے رہے اور کن کن عنوانات پر بات ہوئی، مجھے اس کی کوئی تفصیل معلوم نہیں، اس وقت میرے ذہن میں اپنے طور پر ایک خاکہ ہے اس سے متعلق کچھ گزارشات میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ اجمالی طور پر تو مجھے یہ معلوم ہے کہ ان مجالس کا مقصد حضرات اساتذہ کرام کی توجہات ان اسباب کی طرف مبذول کروانا ہے جن کی وجہ سے ہمارے تعلیمی سلسلے میں انحطاط آرہا ہے اور جن کی وجہ سے آج ہم اپنے مقاصد کو کماحقہ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہیں۔ وہ کوئی ایک سبب نہیں بلکہ متعدد اسباب ہیں۔ ان میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ اساتذہ کرام کو اس کا استحضار نہیں ہے کہ اپنے زیر تربیت طلباء کی تربیت کیسے کریں، ان کو تعلیم کس طریقے سے دیں اور ان کی نگرانی کیسے کریں۔ لیکن یہ کوئی ایک سبب نہیں ہے بہت سے اسباب ہیں جو اکھٹے ہو کر مقاصد کی کماحقہ تحصیل میں مانع بن رہے ہیں۔ بہرحال اس وقت میں اپنے ذہن کے ایک نقشے کے مطابق چند باتیں عرض کروں گا لیکن ان باتوں سے قبل بطور تمہید ایک اصولی بات عرض کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ ہم اپنے اس نظام تعلیم اور علم دین کی خدمت کو بالکل ایک ایسا انفرادی اور امتیازی عمل سمجھیں کہ جس پر غیر کی کوئی چھاپ اور اغیار کا کوئی پَرتو نہ ہو۔

علم دین کو ایک امتیاز حاصل ہے ہمارا یہ علم، علم دین ہے۔ اور علم دین کو اپنی حقیقت اور ماہیت اور اپنی اصل فطرت کے اعتبار سے وہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ کسی مرحلے پر کسی مقام پر جا کر کسی دوسری چیز سے میل نہیں کھاتا، اور جب بھی یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اس کو کسی دوسری چیز سے مخلوط کیا جائے تو اس علم اور دین کی امتیازی صفت اور اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ سارے کا سارا نظام جس سے الحمدللہ ہم مربوط ہیں جو علم شریعت، علم نبوت اور علم دین کہلاتا ہے اور اسی سلسلے کے اندر یہ دینی خدمات اور تعلیمی خدمات ہیں یہ سب ایک نظام عُلوی اور نظام ملکوتی ہے، یہ آسمانی اور بالائی نظام ہے اور اس کے علاوہ جتنے دنیا میں نظام ہائے زندگی ہیں وہ تعلیمی ہوں یا معاشرتی وہ سب سفلی ہیں اور عُلو اور سفل کے درمیان جو امتیاز، تفاوت اور فرق ہے اس کے اظہار کی کوئی ضرورت نہیں ہے، وہ ایسی چیز ہے کہ ہر شخص اس بات کو سمجھتا ہے کہ اگر آپ کسی علوی چیز کو کسی سفلی چیز کے ساتھ مخلوط کریں گے تو نتیجہ ہمیشہ ارزل کے تابع ہوتا ہے۔ وہ علوی چیز ماہیت اور صفات کے اعتبار سے ممتاز نہیں رہتی اس میں یقینی طور پر سفل اور دناءت پیدا ہوگی اور اس کے جتنے اثرات اور نتائج ہیں وہ سب تبدیل ہو جائیں گے۔ اس لیے ہمیں اپنے اس نظام کو برقرار رکھنے، اس کو مزید ترقی

www.facebook.com/masimfarooq

دینے اور بہتر سے بہتر مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لیے سب سے بنیادی شرط یہ ہے کہ اس پر کسی سفلی نظام کا کوئی اثر نہ، ہو سفلی نظام کے اثر سے یہ سرتا پا محفوظ رہے جب تک یہ کوششیں ہوتی رہیں اور جب تک اس کا اہتمام ہوتا رہا اور اپنے اس نظام کو ہم نے ممتاز رکھنے کی کوشش کی اس وقت تک ہمیں خاطر خواہ مطلوبہ نتائج حاصل ہوتے رہے، لیکن جب سے ہم نے اس میں تساہل اور تکاسل برتا تو نتائج اس کے برخلاف سامنے آنے لگے۔

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقدس وحی اور مقدس روح الامین کے ذریعے اپنے مقدس اور پاکیزہ نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر علوم نبوت اور علوم شریعت کی شکل میں نازل فرمایا اور وہ علوم نبوت اور علوم شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک صاف حضرات صحابہ کے واسطے سے امت کی طرف منتقل ہوئے، ان تمام کے حاصل کرنے، ان سے استفادے اور ان کو آگے پھیلانے اور بڑھانے کے لیے خود سرور دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ہدایات دی ہیں۔

اس سلسلے میں حضرات صحابہ کرام کو باقاعدہ تربیت دی گئی کہ کس طرح وہ علوم نبوت اور علوم دین کا تحفظ کریں اور کس طرح اس کو سیکھ کر آگے پھیلائیں اور بڑھائیں۔ لہٰذا وہ تمام کے تمام اصول اور نظام جب تک دنیا میں اپنی شکل میں یا اس کے قریب ترین شکل میں موجود رہے تو ان علوم کی برکات سے پوری امت مستفید ہوتی رہی اور علوم دین کے وہ اثرات امت میں نمایاں نظر آتے رہے، لیکن جونہی اس میں تغیرات شروع ہوئے اور اس میں تبدیلی لائی گئی تو ملکوتی لطافت کم ہوتی چلی گئی اور تساہل کا غلبہ ہوتا چلا گیا، نتیجہ یہ نکلا کہ اب ہم اس بات کو ترستے ہیں کہ علوم شریعت کی وہ برکات ہمیں کیوں نصیب نہیں؟

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے یہاں اپنی جتنی تعلیمی اور تربیتی شکلیں اور صورتیں مرتب ہیں اس کا اس حیثیت سے جائزہ لیں کہ اس میں قدامت کتنی ہے اور حداثت کتنی ہے۔ ہمارا یہ نظام قدامت سے جتنا پیوست اور وابستہ ہوگا اتنی ہی اس کی روحانیت باقی رہے گی۔ جتنا اس میں حداثت اور تجدد کا رنگ شامل ہوتا رہے گا اتنی ہی اس کے اندر بے برکتی پیدا ہوگی، اس کے سابقہ اثرات مختل ہوتے چلے جائیں گے، افسوسناک بات یہ ہے کہ آج نظام تعلیم، تربیت اور دوسرے عنوانات پر جو تربیتی نشستیں اور مجلسیں ہوتی ہیں ان کے اندر ایک قسم کا غیر ضروری تجدد ہوتا ہے۔

www.facebook.com/masimfarooq

اجتماع کے بجائے کانفرنس کا لفظ؟

انداز ان کا ایسا ہوتا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم کسی نئے انداز کو اپنا رہے ہیں۔ ہمیں اپنے تعلیمی اور تربیتی ماحول کے اندر اصلاحات اور عنوانات بھی وہی جاری رکھنے چاہئیں اور نظم بھی وہی قائم رکھنا چاہئے، آداب بھی وہی ہوں جو ہمارے اکابر بزرگوں اور ہمارے قدماء کے تھے، تاکہ ان کی برکات آج ہم میں اسی طرح محسوس ہوں جس طرح اس زمانے میں تھیں۔ آج تعلیمی یا تربیتی نظام کے لیے جو جو اجتماعات ہوتے ہیں ان کے لیے ایک نام لیا جاتا ہے کہ یہ سیمینار ہے۔ سیمینار کا لفظ چاہے اس زمانے میں کتنا ہی حسین، کتنا ہی خوبصورت اور کتنا ہی بامعنی سمجھا جاتا ہو۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ لفظ حداثت لیے ہوئے ہے اور قدامت سے دور ہے ہم نے سلف کی اصطلاح میں کبھی یہ لفظ نہ سنا اور نہ کبھی پڑھا۔ ہوسکتا ہے کہ میری نظر سے نہ گزرا ہو۔ لیکن میں نے اپنے اکابر اور بزرگوں سے کبھی یہ لفظ نہیں سنا۔ جبکہ بعض اہل علم اپنے مدارس میں اس عنوان کو قابل فخر سمجھنے لگے ہیں اور اس عنوان سے کسی کو دعوت دیتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔

مجھے یاد ہے میرے استاد محترم حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ، کی خدمت میں ایک شخص آیا اور آکر حضرت کو دعوت دی کہ حضرت فلاں جگہ پر فلاں دن کانفرنس ہے۔ آپ کو شرکت کی دعوت دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ مولانا نے سن کر فرمایا کہ مولوی صاحب کیا ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت فلاں جگہ پر کانفرنس (Conference) ہے۔ حضرت مولاناؒ نے ان کی عوت قبول نہیں فرمائی۔ اس قسم کی گفتگو کے بارے میں ہمارے مولانا تو فرمایا کرتے تھے کہ کلمات کا تجدد اس بات کی علامت ہے کہ اس کے مزاج میں تجدد آگیا ہے ورنہ یہ اصطلاح استعمال کیوں ہوتی۔ کانفرنس کی بجائے آپ کوئی اجتماع، کوئی مجلس یا کوئی محفل بھی کہہ سکتے تھے تو اس نے بجائے اجتماع کا لفظ استعمال کرنے کے یہ عنوان اختیار کیا کہ اس کو کانفرنس سے تعبیر کیا۔

اسلاف کی اتباع کریں: اس طرح کے بہت سے کلمات ہیں جن کو ہم بلاضرورت اپنی دیرینہ روایات کو چھوڑ کر اختیار کر چکے ہیں۔ اور اس کا اثر یہ ہے کہ اب اس تجدد کے سارے اثرات ہماری زندگی میں آنا شروع ہوگئے ہیں، ظاہر ہے کہ اگر کوئی مجلس، محفل یا اجتماع ہوگا تو اس کے لیے نہ کسی بڑے اسٹیج کا تصور ہوگا نہ کسی بہت بڑے مائیک کا اور نہ اس کے ساتھ کسی بہت بڑے اہتمام کا، اجتماع یا مجلس ہے تو کسی فرش پر بیٹھ جایئے یا اسٹیج پر بیٹھ جایئے یا کہیں بھی جمع ہو کر کچھ باتیں کر لیجئے، لیکن اگر اسے سیمینار یا کانفرنس

www.facebook.com/masimfarooq

یا اور کوئی اسی قسم کا بہت جدید عنوان دے دیا جائے تو اس کے سارے جدید تقاضے بھی پورے کرنے پڑیں گے اور اس کے شرائط بھی وہی ہوں گی اور جب یہ ساری باتیں ہوں گی تو پھر اس کے اثرات اور نتائج بھی وہی ہوں گے، لہٰذا مجھے آپ حضرات سے بڑی ہی دلسوزی اور معذرت کے ساتھ یہ بات عرض کرنی ہے کہ ہمیں اپنی اس زندگی میں اور کم از کم اپنے اہل علم اور علماء کے ماحول میں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے اس گزرے ہوئے دور میں اپنے آپ کو اس انحطاط سے بچائیں، اس کا راستہ صرف وہی ہے کہ ہم اپنے سلف کے اور بزرگوں کے نقوش قدم کو نہ چھوڑیں۔ اگر ہم نے ان کے طرز کو چھوڑ دیا اور ان کی روش کو چھوڑ دیا تو یاد رکھیے! ظاہری طور پر چاہے ہم کتنے ہی بہتر سے بہتر انتظامات کر لیں لیکن وہ نتائج برآمد نہیں ہوں گے جن کے ہم خواہشمند ہیں، نتائج وہی ہوں گے جو ان کے تابع ہیں، اس لیے ایک بات تو مجھے یہ عرض کرنی تھی کہ ہم نے اپنے لائحہ عمل اور طریقۂ کار کو اپنے سلف کے طرز زندگی کے مطابق اختیار کریں، ہمیں اپنے اس نظام کی کوتاہیوں کو سوچنے اور اپنے اس انحطاط اور کمزوریوں کے ازالے کے لیے چند بنیادی چیزوں کو سمجھنا اور ان پر بہت نظر رکھنا ضروری ہے۔ یہ ہر شخص کے دل کی آواز ہے کہ آج نہ اہل علم کا وہ مقام اور وقار ہے اور نہ وہ عمل ہے اور اسی کے نتیجے ہیں ہماری درسگاہوں میں علمی اور تربیتی اعتبار سے انتہائی اندھیر ہے اور جو ہماری پیداوار ہے وہ انتہائی ناقص ہے۔ اسی پر ہم سب متفق ہیں اور ہم سب کا اجماع ہے لیکن اس کے اسباب کیا ہیں؟ اس کی بنیادی وجوہ کیا ہیں؟ اس بارے میں غور کرنے کے لیے ہم بہت کم وقت نکالتے ہیں اور سوچتے ہیں تو دوسرے رخ اور دوسرے انداز پر سوچتے ہیں، جو اصل اسباب ہیں ان کی طرف ہماری نظر نہیں جاتی اور اگر جاتی ہے تو ان کا علاج دوسرے انداز سے سوچتے ہیں۔

اس امت کی اصلاح کیسے ہوگی؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ مشہور ہے کہ اس امت کے آخر کی اصلاح اسی طریقے سے ہوگی جس طریقے سے اس امت کے اول کی اصلاح ہوئی تھی، اس امت کا آخری وقت انہی طریقوں سے صالح بن سکتا ہے جن طریقوں سے اس امت کا پہلا وقت صالح بنا تھا۔ اس لیے ہمیں تو وہی راستہ تلاش کرنا ہے۔

اخلاصِ نیت: میں نے ایک سرسری جائزے میں اپنے ذہن کے اعتبار سے اس کی چند وجوہ منتخب کی ہیں۔ علم کا صحیح نتیجہ اور اس کے صحیح مقاصد کے حصول کے لیے بنیادی چیز اخلاص نیت ہے، اس کا ہم میں سے ہر شخص قائل بھی ہے اور جانتا بھی ہے، یہ کوئی میں نئی بات آپ کے سامنے نہیں کر رہا۔ لیکن باوجود یکہ زبان

www.facebook.com/masimfarooq

سے بار بار اخلاص نیت کا اظہار اور اقرار بھی کرتے ہیں لیکن حقیقۃً ہم نے اس کو عملی طور پر نظر انداز کیا ہوا ہے۔

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ علم کی قدر اور طلباء کی تربیت صرف اس نیت سے کرے کہ یہ ایک مقدس فریضہ اللہ تعالیٰ نے میرے حوالے کیا ہے اور میرے دونوں جہانوں کی کامیابی صرف اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے اور یہ جو کچھ میں خدمت کر رہا ہوں یہ صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے کر رہا ہوں۔

یقیناً ہم سب اس کا کچھ نہ کچھ اہتمام کرتے ہیں لیکن بسا اوقات ہماری نظروں سے یہ نقطہ اوجھل ہو جاتا ہے۔ اگر اخلاص نیت میں ہم کامل بیدار ہو جائیں اور اس کا پورے طریقے سے اہتمام کرنے لگیں تو میں یقین سے عرض کرتا ہوں کہ چند ہی روز میں ہماری روش بھی بدل جائے اور اس کی کوششوں کے نتیجے بھی بدل جائیں۔ جو ہم چاہتے ہیں وہ ہمارے سامنے ہوگا۔

اخلاص نیت کے حوالے سے ایک بات میں آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں کہ پہلے اکابر اور ہمارے اندر اخلاص نیت کے اعتبار سے کیا بات نمایاں ہے جس کی وجہ سے نتائج میں نمایاں فرق پیدا ہو گیا۔ آپ نے بہت سی کتابیں پڑھی اور سنی ہیں کہ جن کے مصنف کا نام تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملتا۔ مصنف نے کتاب تصنیف کی ہے لیکن اس پر اپنا نام نہیں لکھا۔

آج بہت سے علماء سے پوچھ لیجئے کہ ہدایۃ النحو کے اصل مصنف کا کیا نام ہے؟ اب تو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اس بیچارے مولوی محمد حنیف کو کہ اس نے "ظفر المحصلین" کتاب لکھ کر ہمارے واسطے بہت آسانی کر دی، لیکن اس سے پہلے یہ تھا کہ بس ٹٹولتے پھرتے تھے کہ کونسی کتاب کا کون سا مصنف ہے اور کہاں ملے گا؟ نحو میر اور صرف میر کے مصنف کے بارے میں بہت عرصے تک یہ اختلاف رہا کہ یہ میر سید ہے کون؟ وجہ کیا ہے کہ ان حضرات نے اپنے علم کو دینی خدمت سمجھ کر لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کی، انہوں نے اس بات کی فکر کی کہ یہ اللہ کی امانت دوسروں تک پہنچ جائے خواہ یہ امانت کسی کے حوالے سے بھی پہنچے، چنانچہ کتاب پر نام بھی نہیں لکھا۔ خلاصہ والے کا نام کتاب کے اوپر نہیں ہے، لیکن نام کیا ہے اس میں اختلاف ہے۔ اسی طرح آپ کو بہت سی کتابیں ملیں گی کہ ان پر ان کے مصنف کا نام نہیں ہوگا۔

یہ تھا ان حضرات کا اخلاص نیت، آج ہماری کیفیت کیا ہے کہ کتاب تو ابھی لکھی نہیں، لیکن تشہیر پہلے سے

www.facebook.com/masimfarooq

کی جارہی ہے کہ میں کتاب لکھ رہا ہوں یا فلاں علامہ کی فلاں کتاب آنے والی ہے اور کتاب ابھی آئی نہیں۔ پھر کتاب آگئی تو اس میں خواہش اندرون خانہ یہ ہوتی ہے کہ اس میں میرا لقب اونچا سے اونچا آنا چاہئے خالی نام پر اکتفاء کرلینا بڑے ہنسنے کی بات ہے۔ جو اس پر اکتفاء کرلیتے ہیں وہ گویا صاحب عزیمت ہیں، ورنہ تو خواہش یہ ہوتی ہے کہ میں خود نہ لکھوں تو کم از کم کوئی دوسرا ہی لکھ دے اور دوسرے سے ہی اشارۃً کنایۃً لکھوا دیا جائے۔ تو یہ بات کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ اندر جو عجب ہے اس کا مختلف انداز سے اظہار ہے اور جب تک یہ عجب نہیں نکلے گا اس وقت تک ظاہر ہے کہ اس علم اور اس کتاب سے جو نفع ہونا چاہئے تھا امت کو وہ کما حقہ نہ ہوگا۔ ہم کوئی دین کی خدمت اپنے آپ کو گوشہ گمنامی میں رکھ کر بھی کرلیں تو اگر وہ اللہ کا دین اور وہ امانت لوگوں کو پہنچ جاتی ہے تو نفع تو حاصل ہوگا، پھر اس کی یہ خواہش کیوں ہے؟

مؤطا امام مالک پانی میں ڈال دی

اخلاص نیت جب ہوتا ہے تو آدمی اپنے ہر عمل کا جائزہ لیتا ہے اور اس میں دیکھتا ہے کہ کہیں اس کے اندر کوئی کمی تو نہیں رہ گئی، علامہ زرقانی نے شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ نے جس وقت موطا مدون کی تو مدون کرنے کے بعد دل میں یہ خیال گزرا کہ پتہ نہیں اخلاص کامل تھا یا اس میں کوئی خلل آگیا؟ تو لکھا ہے کہ امام مالکؒ نے اپنے اس مسودے کو ایک بالٹی کے اندر پانی میں ڈال کر اللہ سے یہ دعا کی کہ اے اللہ اگر اس کی تدوین میں میرے اخلاص میں کوئی بھی قصور ہے تو مجھے اس کتاب کی کوئی ضرورت نہیں، تو اسے بالکل بے نام ونشان کردے اور اگر میرا اخلاص کامل ہے اور میں نے صرف آپ کی رضا کے لیے یہ کتاب لکھی ہے تو اسے اس پانی سے محفوظ رکھ۔ چنانچہ وہ مسودہ پانی میں پڑا رہا اور جب اسے نکالا گیا تو وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھا، ایک حرف بھی اس کا نہیں مٹا تھا، پانی کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ تو بتلایئے کہ اخلاص کو پرکھنے کی اس سے اعلیٰ کسوٹی اور کیا ہوسکتی ہے۔ یہ امام مالکؒ نے خود اپنے موطا کے بارے میں فرمایا ہے، اس طرح کی بے شمار نظیریں ہیں۔

تشہد سیکھنے کے لئے شام سے سفر: علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے بدائع میں لکھا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس شام سے چل کر آیا اور اس نے آکر حضرت عمرؓ سے یہ عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی خدمت میں تشہد سیکھنے کے لئے آیا ہوں، اس لئے وہاں سے سفر کرکے یہاں پہنچا

www.facebook.com/masimfarooq

ہوں۔حضرت عمر فاروقؓ رونے لگے اور فرمایا کہ مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے آگ میں نہیں ڈالے گا، تجھے عذاب نہیں آئے گا۔تیرے اخلاص کا جب یہ حال ہے کہ تو تشہد سیکھنے کے لیے شام سے سفر کر کے آیا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے اس عمل کی برکت سے تجھے آگ سے بچالے گا۔

قطبی کے ذریعہ ایصالِ ثواب : ان حضرات کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ اللہ راضی ہو جائے، بہت سی باتیں آپ حضرات نے سنی ہوئی ہیں، ماشاءاللہ سب اصحاب علم ہیں۔لیکن ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ یہ چیزیں ہماری زندگی میں آجائیں۔حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کا واقعہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ سے میں نے بار بار سنا۔فرمایا کرتے تھے کہ ایک طالب علم حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور اس نے آکر یہ کہا کہ حضرت میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، لہٰذا آپ ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید کا ختم کرا دیجئے۔تو مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے اس سے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے ہو اس نے کہا کہ حضرت میں قطبی پڑھتا ہوں۔تو مولانا نے فرمایا کہ تم جو آج قطبی کا سبق پڑھو گے اس کا ثواب انہیں پہنچا دو۔وہ مولانا کا منہ تکنے لگا۔مولانا نے فرمایا کہ میں قسم کھا سکتا ہوں کہ میری نظر میں قطبی اور بخاری میں کوئی فرق نہیں ہے جس طرح بخاری کا ثواب اور اس کا نفع ہے اسی طرح قطبی کا بھی ثواب اور اس کا نفع ہے، میری نظر میں دونوں کے ثواب میں کوئی فرق نہیں۔فرمایا کہ اگر کوئی شخص قطبی کو اس لیے پڑھے کہ اس کے پڑھنے سے قرآن اور حدیث کا صحیح فہم حاصل ہو گا اور علوم نبوت صحیح طور پر سمجھ آئیں گے تو اس قطبی کی حیثیت وہ ہے جو بخاری کی ہے۔

وہ حضرات جس نیت سے قطبی، شرح تہذیب اور فلسفہ وغیرہ پڑھتے تھے اسی نیت سے بخاری پڑھتے تھے۔آج ہم بخاری دوسری نیت سے پڑھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ نتیجہ کیا برآمد ہو گا۔پہلی چیز عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس بات کو ہم حرزِ جان بنالیں اور طلبہ کو یہ بات ذہن نشین کرا دیں کہ اس علم کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے اللہ کی رضا حاصل ہو جائے۔پڑھنے پڑھانے کا ہم جو بھی عمل کرتے ہیں اس کے اندر نہ عزت مقصود ہو، نہ شہرت مقصود ہو اور نہ ناموری مقصود ہو، دین کے تمام کاموں میں مقصد یہ ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں یہ اخلاص جتنا بڑھتا جائے گا ہم اکابر اور عہد نبوی سے اتنے ہی قریب تر ہوتے چلے جائیں گے اور ان شاء اللہ اسی کے حساب سے علم کے اثرات نمایاں ہوتے چلے جائیں گے۔

www.facebook.com/masimfarooq

ادب: دوسری بات ادب ہے، اخلاص کے بعد ادب ہے، ہم آج ادب کی کمی کی وجہ سے علم کی برکات سے محروم ہیں، تمام ادواتِ علم کا ادب ضروری ہے، علم کی نافعیت اور اس کے نتائج و برکات کو حاصل کرنے کے لیے یہ ایک ہتھیار ہے، علم اور ادواتِ علم کا جتنا ادب ہوگا اتنی ہی اس کی برکات بھی حاصل ہوں گی۔

متقدمین نے تو علم کے آداب سکھلانے کے لئے باقاعدہ کتاب الادب لکھی اور باب الادب لکھا اور بعض روایات میں دین کا خلاصہ ادب کو بتلایا گیا، لیکن آج ہم اس سے محروم ہیں۔ علم کا ادب بھی کم ہے اور اہل علم کا بھی۔ اور عام اہل علم کا تو کیا اپنے اساتذہ کا، ادوات علم کا اور کتابوں کا ادب ہم سے مٹتا چلا جارہا ہے جس کی وجہ سے اس کی نحوستیں ہماری زندگی میں نمایاں ہوتی چلی جاری ہیں۔

استاد اور طالبعلم میں مناسبت ضروری ہے

پہلے زمانے میں حضرات علماء اپنے بزرگوں اور اپنے اساتذہ کا ادب اس طریقے سے کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ ساری زندگی اپنے استاد حمادؒ کے مکان کی طرف پاؤں کرکے نہیں سوئے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ ادھر پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے تو فرمایا کہ میرے استاد کا مکان اس طرف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ میں اپنے استاذ کا ادب جب یہ تھا تو ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ میں حمادؒ کی برکات آئیں گی، جس سے جتنی عقیدت اور جتنا ادب ہوگا اتنی ہی اس سے مناسبت بڑھے گی، اور جتنی مناسبت بڑھے گی اتنا ہی اس کا فیض اور اس کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، مناسبت سے ہی علم آتا ہے اگر مناسبت نہیں ہے تو چاہے استاذ کتنا ہی بڑا علامہ کیوں نہ ہو اور طالبعلم کتنا ہی بڑا طالب علم کیوں نہ ہو، علم نہیں آئے گا۔

جاری ہے.....

☆☆☆

www.facebook.com/masimfarooq